

تقریر وراثت

میم

﴿لِلزَّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ
وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا
تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ
مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا﴾

(النساء: ۷)

اور ہمارا معاشرہ



www.KitaboSunnat.com

مشرعہ علم و حکمت

ندیم ٹاؤن ڈاکخانہ اعوان ٹاؤن لاہور



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب

عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload)

کی جاتی ہیں۔

دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تقسیم وراثت اور ہمارا معاشرہ

امیر عبد المنیب

مشرع علم و حکمت

ندیم ٹاؤن ڈاکخانہ اعوان ٹاؤن لاہور

0321-4609092



نام کتاب _____ تقسیم وراثت اور ہمارا معاشرہ
 اہتمام _____ محمد عبدنیب
 ناشر _____ مشرب علم و حکمت
 قیمت _____ 30:00

ناشر: مشرب علم و حکمت (دارالکتب)

ندیم ناؤن ملتان روڈ لاہور۔ پاکستان 0321-4609092
 0300-4270553

ڈسٹری بیوٹر: دارالکتب السلفیہ

غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ فون: 042-37361505

☆ البلاغ Shop #: 4-LG لینڈ مارک پلازہ جمیل روڈ۔ لاہور

فون: 0300-8880450042-5717843

☆ اسلام آباد مکان نمبر 264 گلی نمبر 90 سیکٹر 8/4-ا اسلام آباد۔

فون: 0300-5148847

فہرست

12	تقسیم وراثت تاکید کی کا حکم	7	ترکہ یا وراثت
13	طے شدہ حصے، اہل قانون	7	علم الفرائض
	تقسیم وراثت پر عمل نہ کرنے.....	7	علم الفرائض کی اہمیت
14	والے کے لیے سزا	8	ترکہ میں شامل اشیاء
	تقسیم وراثت پر عمل نہ کرنے.....	8	ذاتی استعمال کی چیزیں
15	والوں کا انعام	8	گھریلو سامان
15	حقیقی دانا اور خیر خواہ کون؟	8	ہبہ میں ملی ہوئی چیزیں
	تھوڑا ہو یا زیادہ ہر صورت.....	9	کمانے کی آلات
17	میں تقسیم	9	عورت کا مہر
	قرآن میں طے شدہ حصے.....	9	زمین، مکان وغیرہ
17	اور حصہ دار	10	جمع کی ہوئی رقم
18	والدین کا حصہ	10	رہن رکھی ہوئی چیز
18	بیوی کا حصہ	10	کرائے پردی ہوئی چیزیں
18	خاوند کا حصہ	10	حق صنعت یا حق طباعت
18	بیٹے کا حصہ		فوت شدہ رشتہ داروں.....
19	بہن کا حصہ	11	سے ملا ہوا حصہ
20	تقسیم وراثت کے غلط طریقے	11	حکومت سے ملنے والے فنڈز
20	مدتوں تقسیم وراثت نہ کرنا	12	حقیقی وارث کون؟

42	کفن دفن کا انتظام	22	قرآن کے ساتھ شادی
42	قرض کی ادائیگی		جائیداد منہ بولے بیٹوں.....
42	مہر کی ادائیگی	23	کے نام لگانا
43	زکوٰۃ یا منت کی ادائیگی	24	صرف ایک بیٹی ہو تو؟
44	فرض حج اور روزوں کا نذیہ	26	بڑے بھائی کی اجارہ داری
44	وصیت	27	بیٹیوں کو حصہ نہ دینا
46	☆ چند اہم امور	31	کیا جہیز وراثت کا بدل ہے؟
46	ترتیب اموات		اپنی زندگی میں اولاد میں.....
46	علم نسب کی اہمیت	33	مالی مسادات
47	کون؟ کس کا وارث نہیں ہوتا	36	صرف اندازہ لگا کر تقسیم
47	لازمًا ترکے میں شامل	39	☆ تقسیم کی ترتیب
	جو بچہ باپ کی وفات.....		بعض چیزوں کی تقسیم کرنا.....
47	کے بعد پیدا ہو	37	اور بعض کی نہ کرنا
48	اگر میت نے رجعی طلاق دی ہو		بوڑھے لا ولد کی جائیداد
	اگر میت (عورت) کو.....	37	اپنے نام کر لینا
48	رجعی طلاق ملی ہو	39	جائیداد وقف کرنا
48	وراثت کی بنیاد تین چیزوں پر		اولاد کا زبردستی زندہ والدین.....
		40	سے حصہ وصول کرنا
		42	تقسیم کی ترتیب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس دنیا میں ہر انسان کے پاس زندگی گزارنے کے لیے اشیائے ضرورت اور ان ضروریات کو حاصل کرنے کے لیے آمدنی کے ذرائع و وسائل ہوتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ وسائل اور اشیاء کسی کو کم میسر ہوتی ہیں اور کسی کو زیادہ۔ ایک شخص کا سامانِ ضرورت اور ذاتی وسائل آمدنی اس کی ذاتی ملکیت کہلاتے ہیں اور اپنی ملکیت پر اسے پورا پورا تصرف کا حق حاصل ہوتا ہے۔ جب یہ شخص وفات پا جاتا ہے تو وہ اپنی تمام اشیاء اور وسائل آمدنی دنیا میں ہی چھوڑ جاتا ہے، اپنی مملوکہ اشیاء پر اس کا تصرف ختم ہو جاتا ہے اس کے بعد ان پر ملکیت اور تصرف کا حق کسے ودیعت ہو؟ ہر معاشرے میں لوگوں کے اپنے اپنے مذہب یا برادری کے رواج اور ملکی قانون کے مطابق اس کا تعین کیا گیا ہے۔

اسلام اللہ کا عطا کردہ پسندیدہ دین ہے۔ اللہ تعالیٰ علیم و حکیم، خیر و بصیر، حبیب و مقیت اور عادل و منصف ہے۔ چنانچہ اس نے کسی شخص کی موت کے بعد اس کی چھوڑی ہوئی اشیاء اور وسائل آمدنی کے بارے میں جو ہدایات دی ہیں ان میں والدین اور رشتہ داروں کے لیے عدل اور خیر خواہی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ ایک مسلمان کے لیے ایمان لانے کے بعد اللہ کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا ضروری ہے لیکن ہمارے موجودہ معاشرے میں تقسیم جائیداد کے بارے میں بہت

سی غلط فہمیاں اور خامیاں پائی جاتی ہیں۔ ترکہ کیا ہے؟ اور کن کن صورتوں میں کون حصہ دار ہوتا ہے؟ ایسے مسائل کے متعلق علماء نے بہت کام کیا ہے لیکن معاشرہ احکام وراثت پر عمل درآمد کے حوالے سے کیا کر رہا ہے؟ اس پر کم توجہ دی گئی ہے۔ شرعی اور فقہی اصطلاحات سے ہٹ کر ائمہ نے اس موضوع پر قلم اٹھانے کی کوشش کی ہے تاکہ عام عورتیں اور مرد..... ترکہ کو تقسیم اللہ کی ہدایات کے مطابق کرنے کی اہمیت سے آگاہ ہو سکیں۔

مجھے پوری امید ہے کہ اہل علم غلطیوں کی ضرورت نشاندہی کریں گے تاکہ ان کی اصلاح کی جاسکے اور یہ تحریر مفید ثابت ہو۔

(وَمَا أُرِيدُ إِلَّا إِلَّا صَلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ)

ام عبد مہیب



ترکہ یا وراثت؟

مرنے والا اپنے پیچھے جو اپنا مال، زمین، زیور اور چیزیں چھوڑ جاتا ہے اسے ترکہ، وراثت یا ورثہ کہتے ہیں۔

کسی مرنے والے مرد یا عورت کی اشیاء اور وسائل آمدن وغیرہ کے بارے میں بحث کہ کب، کس حالت میں، کس رشتے کو، کتنا حصہ ملتا ہے شرعی اصطلاح میں اسے علم الفرائض کہتے ہیں۔ اسے علم الوراثت بھی کہتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

علم میراث سیکھو اور دوسروں کو بھی سکھاؤ کیوں کہ مجھے بھی فوت کیا جائے گا اور علم میراث قبض کر لیا جائے گا۔ یہاں تک کہ دو آدمی مقررہ حصے میں اختلاف کریں گے اور کوئی ایسا آدمی نہیں پائیں گے جو ان میں فیصلہ کرے۔

(اسنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۰۸/۶۔ مستدرک حاکم: ۳۳۳/۴۔ صحیح الاسناد)



ترکہ میں شامل اشیاء

ترکہ میں مندرجہ ذیل اشیاء شامل ہیں:

ذاتی استعمال کی چیزیں:

کسی شخص کی ایسی اشیاء جنہیں وہ خود استعمال کرتا ہو اور ان پر صرف اسے ہی تصرف کا حق حاصل ہو۔ یہ سب اس کی ملکیت ہیں مثلاً کپڑے، جوتے، برتن، گھڑی، سائیکل، موٹر سائیکل، کار، زیور، کتابیں، فرنیچر اور دیگر تمام سامان جو گھروں میں ہوتا ہے۔

گھریلو سامان:

اگر مرنے والی عورت ہے تو اس کا گھریلو سامان وہ ہے جو اسے والدین نے دیا یا مرد نے اسے کہہ دیا کہ یہ تمہاری ملکیت ہے۔ اگر ایسا نہیں کہا تو یہ مرد ہی کی ملکیت ہے گواہ استعمال عورتیں ہی کیا کرتی ہیں۔

ہبہ میں ملی ہوئی چیزیں:

وہ اشیاء جو کسی رشتہ دار یا دوست نے ہدیہ یا ہبہ کی ہوں یعنی مکمل طور پر اسے قبضے میں دے دی ہوں۔ جیسے مرد اپنی بیوی کو زیور ہبہ کر دے۔ یا عورت کو شادی پر اس کے والدین یا سرال جہیز یا تحفے کے طور پر جو کچھ دیتے ہیں وہ بھی ہبہ یا ہدیہ کے ضمن میں آتا ہے۔ گو ہمارے معاشرے میں جہیز دینے کا تصور ہندو ازم سے آیا

ہے اور اسی کے تحت اب بھی اکثر لوگ جہیز دیتے ہیں۔

کمانے کے آلات:

وہ آلات جن کے ذریعے مرنے والا مرد یا عورت کسب معاش کرتا تھا۔ مثلاً مشینیں، ہتھوڑا، کسی، ہل وغیرہ۔

عورت کا مہر:

مہر عورت کی ذاتی ملکیت ہوتا ہے، اس کے والدین یا شوہر کا اسے اپنے قبضے میں رکھنا یا اس پر تصرف کرنا درست نہیں الا یہ کہ عورت ہنسی خوشی اس کا کچھ حصہ خاوند یا والدین کو دینے پر راضی ہو..... یاد رہے کہ خاوند کا بیوی کو مہر ادا نہ کرنا نکاح کو بھی مشکوک بنا دیتا ہے۔ نیز مرد کو یہ کوشش نہیں کرنا چاہیے کہ بیوی اس کو مہر معاف کر دے اور اسے بیوی کو کچھ ادا ہی نہ کرنا پڑے۔ مہر بیوی کا حق ہے مرد کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ اسے ہنسی خوشی ادا کرے۔ حکم ہے:

﴿وَأْتُوا النِّسَاءَ صَدُقَتِهِنَّ نِحْلَةً﴾ (النساء: ۴)

”اور عورتوں کو ان کے مہر دلی خوشی کے ساتھ دیا کرو۔“

زمین، مکان وغیرہ:

مرنے والے مرد یا عورت نے اگر کوئی زرعی زمین..... مکان..... دکان..... فیکٹری..... باغات..... مشینری..... یا کسی کمپنی کے کچھ حصص خرید رکھے ہیں تو یہ بھی اس کی ملکیت ہیں۔

اگر مرد نے یا عورت نے کسی دوسرے کے نام سے کوئی چیز خرید رکھی ہے تو

اس شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ ان کا مالک بن بیٹھے کیونکہ اس کے نام یہ ایک امانت ہے۔ اصل مالک کی وفات کے بعد اس چیز کو میت کے ترکہ میں شامل کرنا ضروری ہے۔ اگر ایسا نہ کیا تو میت اور اس کے ورثا کے ساتھ بددیانتی ہوگی۔ جو بددیانتی کے ساتھ ساتھ ظلم اور غصب بھی ہے۔
جمع کی ہوئی رقم:

اگر مرنے والے مرد یا عورت کی کوئی رقم وغیرہ بنک میں جمع ہے یا گھر میں یا کسی اور کے نام سے جمع ہے تو بھی یہ اصل مالک کی ملکیت ہے۔
رہن رکھی ہوئی چیز:

اگر مرنے والے مرد یا عورت نے کوئی چیز رہن رکھی ہوئی ہے تو اس کے ترکہ سے رقم ادا کر کے وہ چیز چھڑائی جائے گی اور اسے ترکہ میں شامل کیا جائے گا۔
اگر مرنے والے مرد یا عورت کے پاس کسی نے کوئی چیز رہن رکھی ہے تو یہ چیز راہن کی امانت ہے، اس سے اصل رقم وصول کر کے مرہونہ چیز واپس کی جائے گی اور جو رقم ملے گی وہ ترکہ میں شامل کی جائے گی۔
کرائے پردی ہوئی چیزیں:

اگر مرنے والے مرد یا عورت نے بسیں، رکشہ وغیرہ یا دیگر آلات کرائے پر یا ٹھیکے پردے رکھے ہیں تو وہ بھی اس کی ملکیت میں شامل کیے جائیں گے۔
حق صنعت یا حق طباعت:

اگر کوئی اور ایسی چیز ہے جو آمدنی کا ذریعہ ہے یا اپنی مالیت رکھتی ہے چاہے

وہ ایک روپے کی مالیت ہی کیوں نہ ہو، وہ بھی ترکہ میں شامل کی جائے گی مثلاً کتابیں تالیف کرنے والے کا حق طباعت یا کسی صنعت کار کے اپنی مصنوعات کے حقوق۔

فوت شدہ رشتہ داروں سے ملا ہوا حصہ:

مرنے والے مرد یا عورت سے قبل ان کا اگر کوئی ایسا قریبی عزیز وفات پا چکا ہے جس کے ترکے میں سے اسے اللہ کے مقرر کردہ حصوں کی رو سے حصہ ملنا تھا تو وہ حصہ بھی اس کے ترکے میں شامل کیا جائے گا۔ حکومت سے ملنے والے فنڈز:

ملازمین کو ریٹائرڈ ہونے یا وفات کی صورت میں جو رقم ملتی ہے پراویڈنٹ فنڈ یا مزید کوئی اور فنڈ تو یہ بھی ملکیت میں شامل کیا جائے گا۔ لیکن جو اخراجات حکومت مرنے والے کے ورثاء کے نام قانونی طور پر کیا کرتی ہے وہ انہی کی ملکیت ہوں گے مثلاً والدین کے نام پر یا بیوی کے نام پر پینشن، بچوں کے تعلیمی و طائف، مکان یا علاج کی سہولت وغیرہ۔



حقیقی وارث کون؟

اس دنیا میں انسان کی روح کے آنے کے بعد اللہ تعالیٰ اسے مادی وسائل اور جسمانی صلاحیتیں عطا کرتا ہے، وہ ان سب سے اس دنیا میں کام لیتا اور اپنے اختیار سے ان میں تصرف کرتا ہے۔ جب انسان کی روح قبض کر لی جاتی ہے تو اس کے تمام وسائل، صلاحیتیں اور اس کے ذریعے اس کی جمع کی گئی جائیداد سب اللہ کی ملکیت میں چلے جاتے ہیں کیونکہ ان کا حقیقی مالک وہی تھا اور وہی ہے۔ لہذا ان پر تصرف کا حق اسی ذات حکیم کو ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے علم اور حکمت کی بنا پر ان وسائل اور جائیداد کو امانتاً..... تصرف اور ملکیت کے حقوق مرنے والے کے قریبی رشتہ داروں میں تقسیم کرنے کا حکم دیتا ہے۔

تقسیم وراثت ایک تاکیدی حکم:

اللہ تعالیٰ نے عام طور پر اہل ایمان کو کوئی حکم دیتے ہوئے صرف فعل امر کے ساتھ خطاب کیا ہے لیکن وراثت کے احکام بیان کرتے وقت فرمایا:

﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ﴾ (النساء: ۱۸۰)

”اللہ تمہیں وصیت کرتا ہے“۔ یعنی تاکیدی حکم دیتا ہے۔ وصیت کے لفظ کا

مفہوم اس طرح بیان کیا گیا ہے:

”کوئی شخص کسی پر یہ ذمہ داری ڈالے کہ جب فلاں صورت پیش آئے تو وہ

فلاں طریقہ یا فلاں طریقہ عمل اختیار کرے۔ اس میں وصیت کرنے والے کی پیش بینی، خیر خواہی اور شفقت کا پہلو بھی مضمر ہوتا ہے اور اس میں ایک عہد اور معاہدے کی ذمہ داری بھی پائی جاتی ہے۔“ (تفسیر تدریج قرآن)

طے شدہ حصے، ایک اٹل قانون:

اللہ تعالیٰ نے جو حصے مرنے والے کے ترکہ میں جن جن رشتہ داروں کے مقرر کر دیئے ہیں وہ ایک اٹل قانون ہے، اور اس میں کسی کمی بیشی کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں، کوئی شخص یا کوئی حکومت یہ حق نہیں رکھتی کہ وہ اپنی مرضی سے ان میں رد و بدل کر دے۔ رب کریم نے اپنے اس فیصلے کو اٹل مندرجہ ذیل الفاظ میں قرار دیا:

﴿نَصِيبًا مَّفْرُوضًا﴾ (النساء: ۷)

”ہر ایک کا طے شدہ حصہ ہے۔“

﴿فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ﴾ (النساء: ۱۱)

”یہ اللہ کی طرف سے مقرر کردہ حصے ہیں یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔“

﴿غَیْرَ مُضَارٍّ وَصِیَّةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَلِیْمٌ﴾

”بغیر کسی کو نقصان پہنچائے، یہ اللہ کی طرف سے وصیت ہے اور اللہ جاننے

والا بردبار ہے۔“ (النساء: ۱۲)

قرآنی تقسیم وراثت پر عمل نہ کرنے والے کے لیے سزا:

جو مسلمان اللہ کے مقرر کردہ حصوں میں کوئی تبدیلی کرے یا سرے سے ان پر عمل ہی نہ کرے تو وہ ایسے گناہ کا مرتکب ہوتا ہے جس کی سزا مندرجہ ذیل الفاظ میں سنائی گئی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا﴾ (النساء: ۱۰)

”جو لوگ ظلم سے یتیموں کا مال ہڑپ کر جاتے ہیں وہ درحقیقت اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں عنقریب وہ جہنم میں داخل ہوں گے۔“

اس میں یتیم لڑکوں اور لڑکیوں کا ترکے میں حصہ ہی مراد ہے کیوں کہ وہ خود ابھی کمانے کے قابل ہی نہیں ہوئے..... تمام احکام کے اختتام پر فرمایا:

﴿وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾ (النساء: ۱۲)

”جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے اور اللہ کی حدود سے آگے نکل جائے اللہ اسے دوزخ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اسے رسوا کرنے والا عذاب ہوگا۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أَخَذَ شَبْرًا مِنَ الْأَرْضِ ظُلْمًا فَإِنَّهُ يُطَوَّقُهَا يَوْمَ الْقِيَمَةِ مِنْ

سَبْعَ أَرْضِينَ.

”جس شخص نے دوسرے کی ایک باشت زمین بھی ناحق غصب کر لی، قیامت کے دن اسے سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔“

(بخاری، کتاب بدء الخلق: ۳۱۹۸، مسلم: ۴۱۱۰، ۴۱۱۱، بخاری کتاب المظالم: ۲۳۵۲)

یاد رہے کہ صرف زمین ہی نہیں بلکہ ہر وہ چیز جو دوسرے کی ملکیت ہو اسے ناحق غصب کر لیا جائے تو اس پر عذاب ہوگا۔

قرآنی تقسیم وراثت پر عمل کرنے والے کا انعام:

﴿تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَلِكَ الْقَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ (النساء: ۱۳)

”یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں، جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا اللہ اسے ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔“

حقیقی دانا اور خیر خواہ کون؟

بسا اوقات انسان یہ سمجھتا ہے کہ اس کے والدین، اولاد یا فلاں دوست، یا فلاں رشتہ دار اس کا ہمدرد اور خیر خواہ ہے یا وہ خود ہی اپنی بہتری یا دوسروں کی بہتری کو زیادہ اچھا سمجھتا ہے۔ اس زعم میں وہ تقسیم وراثت کے اصول میں بھی ناقص

عقل استعمال کرتا ہے۔ جیسے کہ پاکستانی آئین میں یتیم پوتے پوتیوں کی ہمدردی کی آڑ میں انہیں بھی دادا کی وراثت میں شامل کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے پوتے پوتیوں کو چچاؤں اور پھوپھیوں کی موجودگی میں دادا کی وراثت میں سے حصہ نہیں دیا۔

بعض اوقات انسان لالچ کی زد میں آ کر تقسیم وراثت میں ایسی تبدیلی کرتا ہے جس سے دوسرے حصہ داروں کی نسبت اسے زیادہ فائدہ پہنچے یا وہ ان کے مقابلے میں عمدہ مال حاصل کر لے، یا وہ پوری جائیداد ہی اپنے قبضے میں کر لے۔ اللہ تعالیٰ نے تقسیم وراثت کے احکام میں ایک مسلمان کو یہ یاد دہانی بھی کرائی کہ تمہاری حقیقی خیر خواہی، ہمدردی، اور مفاد کو رب حکیم ہی بہتر جانتا ہے، چنانچہ فرمایا:

﴿اَبَاؤُكُمْ وَاَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةٌ مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾ (النساء: ۱۱۳)

”تم لوگ یہ نہیں سمجھ سکتے کہ فائدہ پہنچانے کے لحاظ سے تمہارے والدین اور تمہاری اولاد میں سے کون قریب تر ہے یہ اللہ کی طرف سے مقرر کردہ حصے ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔“

مولانا مودودی لکھتے ہیں ”اور یہ جواب ان سب نادانوں کو ہے جو میراث کے الہامی قانون کو نہیں سمجھتے اور اپنی ناقص عقل سے اس کسر کو پورا کرنا چاہتے ہیں جو ان کے نزدیک اللہ کے بتائے ہوئے قانون میں رہ گئی ہے۔“ (تفہیم القرآن)

تھوڑا ہویا زیادہ ہر صورت میں تقسیم وراثت:

﴿لِّلرَّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا﴾ (النساء: ۷)

”مردوں کے لیے اس مال میں سے حصہ ہے جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں، عورتوں کے لیے بھی اس مال میں سے حصہ ہے جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں خواہ وہ تھوڑا ہویا زیادہ ہو، ہر ایک کا طے شدہ حصہ ہے۔“

مولانا مودودی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”میراث میں صرف مردوں کا ہی نہیں عورتوں کا بھی حصہ ہے اور میراث بہر حال تقسیم ہونی چاہیے خواہ وہ کتنی ہی کم ہو حتیٰ کہ اگر مرنے والے نے دس گز کپڑا چھوڑا ہے اور دس وارث ہیں تو اسے بھی دس حصوں میں تقسیم ہونا چاہیے۔“ (تفہیم القرآن تفسیر متعلقہ آیت)

قرآن میں طے شدہ حصے اور حصہ دار:

تفسیر تیسیر القرآن میں قرآن حکیم میں متعلقہ آیات سے جس رشتہ دار کا جتنا حصہ، جس صورت میں رب حکیم و علیم نے طے کیا ہے، اسے آسان الفاظ میں اس طرح دیا گیا ہے۔

والدین کا حصہ:

☆ اگر میت کی اولاد (بیٹے، بیٹی) بھی ہو اور والدین بھی تو والدین میں سے ہر ایک کو $1/6$ اور باقی $2/3$ اولاد کو ملے گا۔

☆ اگر میت کی اولاد نہیں اور صرف والدین ہوں تو ماں کو $1/3$ اور باقی $2/3$ باپ کو۔ بشرطیکہ بہن بھائی نہ ہوں۔

☆ اگر میت کی اولاد نہ ہو اور اس کی بیوی یا شوہر بھی نہ ہو صرف بہن بھائی اور والدین ہوں تو ماں کو $1/6$ اور باپ کو $5/6$ ملے گا۔

بیوی کا حصہ:

اگر شوہر کی صلبی اولاد نہ ہو تو بیوی بیویوں کو $1/8$ ، اگر شوہر کی صلبی اولاد نہ ہو تو بیوی یا بیویوں کو $1/4$ حصہ ملے گا۔

خاوند کا حصہ:

اگر بیوی کی اپنی اولاد ہو چاہے کسی بھی شوہر سے تو خاوند کو $1/4$ ملے گا اور بیوی کی اپنی اولاد نہ ہو تو شوہر کو $1/2$ ملے گا۔

بیٹے کا حصہ:

☆ ایک بیٹا ہو تو ماں یا باپ کی کل وراثت کا حصہ دار ہوگا، میت کے ماں باپ اور بیوی یا شوہر کا حصہ ادا کرنے کے بعد۔

☆ اگر ایک سے زیادہ بیٹے ہوں تو میت کے شوہر یا بیوی اور ماں باپ کا حصہ ادا کرنے کے بعد جو کچھ باقی بچے وہ اس تمام جائیداد کے برابر کی سطح پر حصہ دار

ہوں گے۔

☆ اگر بیٹے کے ساتھ بیٹیاں بھی ہوں تو ہر بیٹی کو بیٹے کے حصہ کا نصف حصہ ملے گا۔

بیٹی کا حصہ:

- ☆ اگر میت کے بیٹے اور بیٹیاں ہوں تو ہر بیٹی کو ہر بیٹے کا نصف حصہ ملے گا۔
- ☆ اگر میت کی صرف ایک ہی بیٹی ہے تو اسے کل جائیداد کا نصف حصہ ملے گا۔
- ☆ اگر بیٹیاں دو یا دو سے زائد ہیں تو وہ $\frac{2}{3}$ حصے میں برابر کی سطح پر حصہ دار ہوں گی۔ (مزید تفصیل کے لیے دیکھیے تفسیر تیسر القرآن۔ سورہ نساء)



تقسیم وراثت کے غلط طریقے

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا وہ امر بالمعروف کی ذیل میں آتا ہے، آئندہ سطور میں تقسیم وراثت کے معاملے میں نبی عنہ کے حکم پر عمل کی ایک حقیر سی کوشش کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کے تقسیم وراثت کے احکام دینے کے بعد ایک مسلمان کے لیے یہ ضرورت باقی نہیں رہتی کہ تقسیم وراثت کے غلط طریقوں پر بھی خیال آرائی کی جائے۔ کیونکہ مسلمان ہونے سے مراد ہی یہ ہے کہ اللہ کے حکم کے سامنے گردن جھکا دینے والا..... لیکن المیہ یہ ہے کہ جب تک انگلی رکھ کر یہ نہ بتایا جائے کہ فلاں کام اور طریق کار کیوں غلط ہے، قرآن و حدیث میں اس کے غلط ہونے کے کیا دلائل ہیں۔ اس سے کون کون سی منہیات کا ارتکاب وقوع میں آتا ہے، مسلمانوں کی سمجھ میں بات آتی ہی نہیں۔ لہذا ہمارے معاشرے میں تقسیم وراثت کی جتنی بھی قرآن و حدیث سے متضاد روایات پائی جاتی ہیں ان کا ایک ایک کر کے جائزہ لیا جائے گا۔

مدتوں تقسیم وراثت نہ کرنا:

ایک شخص فوت ہو جائے تو اس کی وراثت کو تقسیم کرنے کے بجائے مشترکہ

ہی رہنے دیا جاتا ہے۔ مرنے والے کی زندگی میں جس چیز پر جس کا قبضہ ہو وہ اسی کے پاس رہتی ہے۔ جائیداد کے جملہ معاملات کا اختیار کسی بڑے کے ہاتھ میں یا زبردست کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور وہی جائیداد کی آمدنی کے حصے کرنے اور حصہ داروں کو دینے کا ذمہ دار ہوتا ہے جو جائیداد آمدنی کا ذریعہ نہیں ہوتی وہ جامد پڑی رہتی ہے۔ بعض حصہ دار جائیداد سے مکمل طور پر محروم رہتے ہیں خصوصاً بیٹیاں، مطلقہ یا بیوہ بہنیں اور مالی حقوق کے لیے آواز اٹھانے میں کمزور مرد بھی محروم رہتے ہیں۔ جو لوگ اپنی جائیداد کا مرکز چھوڑ کر کسی اور جگہ منتقل ہو جاتے ہیں ان کو کبھی کبھی حصہ دینے پر اکتفا کر لیا جاتا ہے اور بعض حالات میں کچھ بھی نہیں دیا جاتا۔ جائیداد کے حصہ داروں میں سے بہت سے افراد مرتے اور پیدا ہوتے رہتے ہیں لیکن تقسیم وراثت نہیں کی جاتی۔ کوئی حصہ دار اگر ہمت کر کے اپنا حصہ لینے یا بیچنے کی جسارت کرے تو ناگواری کے ساتھ اور کبھی خوشگواری کے ساتھ اسے کچھ حصہ دے دلا کر فارغ کر دیا جاتا ہے۔

اس طریقے میں مندرجہ ذیل نقصانات ہیں:

✽ کمزوروں کو اپنا مال ہوتے ہوئے بھی دوسروں کے رحم و کرم پر رہنا پڑتا ہے خصوصاً یتیم بچے، بیوہ یا مطلقہ خواتین اور مالی لحاظ سے کمزور مرد بھی۔ یہ تمام طبقہ مالی پریشانی کی وجہ سے اور بھی بہت سے مسائل کا شکار ہو جاتا ہے۔ خصوصاً تعلیم اور علاج سے محرومی وغیرہ۔ اس طبقے کو جائیداد پر قابض اور خوشحال رشتہ داروں کی خوش حالی خراب کر رکھتی رہتی ہے۔ جائیداد کا متصرف اگر کبھی کبھی بیوہ، مطلقہ، یتیم یا

کمزور کی مالی امداد کر دے تو اس کا احسان جتنا ہے اور لینے والے کو اس کی کرم فرمائی سمجھنا پڑتا ہے۔ لوگ مدد کرنے والے کے عمل پر واہ واہ کرتے ہیں۔ کوئی یہ نہیں سوچتا کہ اس شخص نے بھی تو ان کمزوروں اور مظلوموں کی جائیداد کے جملہ حقوق غصب کیے ہوئے ہیں۔ کیونکہ اپنی جائیداد پر آزادانہ تصرف حاصل نہیں ہوتا اس لیے بعض لوگ اپنے ذرائع معاش مستحکم کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ بسا اوقات معاشی کمزوری کی وجہ سے وہ حرام کمائی کی طرف قدم اٹھا لیتے ہیں۔ یوں اپنا حلال مال ہوتے ہوئے وہ حرام مال کمانے پر دلیر ہو جاتے ہیں۔

✽ جائیداد مشترک رکھنے کے لیے ہی لڑکیوں کے رشتے چچاؤں کے گھروں کے علاوہ کہیں اور نہیں کیے جاتے۔ عموماً یہ رشتے بے جوڑ ہوتے ہیں۔ لڑکایا لڑکی راضی ہی نہیں ہوتے لیکن زبردستی نکاح کر دیا جاتا ہے۔

قرآن کے ساتھ شادی:

سندھ میں جائیداد باہر جانے سے روکنے کے لیے لڑکیوں کی شادیاں قرآن سے کردی جاتی ہیں۔ جس کے بہت زیادہ سنگین اور فحش قسم کے نتائج سامنے آتے ہیں۔ قرآن کریم کتاب ہدایت ہے، کلام الہی ہے، یہ ایک انتہائی شرم ناک، ظالمانہ اور گستاخانہ فعل ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو اپنے ہاتھوں دعوت دینے والا کام ہے۔ اس گھناؤنے فعل میں شامل کسی مرد اور عورت کو فوراً توبہ کر کے بچی کی شادی شرعی طریقے کے مطابق کر دینا چاہیے ورنہ جہنم کی الم ناک سزا کے لیے تیار رہیں۔

غور کیجیے! جائیداد کو مشترک رکھنے کے لیے کتنے ہی گناہ مول لیے جاتے ہیں، ان میں سے ہر ایک گناہ کبیرہ سے کم نہیں۔

جائیداد منہ بولے بیٹے بیٹیوں کے نام لگانا:

بے اولاد حضرات کسی رشتہ دار یا کسی غیر کے بچے کو گود لے کر پرورش کرتے اور اسے اپنا بیٹا ظاہر کرتے ہیں۔ اپنی جائیداد اصل حصہ داروں میں تقسیم کرنے کے بجائے اپنی زندگی ہی میں اس بچے کے نام کر دیتے ہیں۔ اس میں شرعاً مندرجہ ذیل خرابیاں پائی جاتی ہیں:

❁ کسی اور کے بچے کو اپنا صلیبی بیٹا یا بیٹی ظاہر کرنا حرام ہے اور جاہلی امور میں سے ہے۔ (دیکھیے سورہ الاحزاب: ۵)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَيْسَ مِنْ رَجُلٍ ادْعَى بِغَيْرِ أَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُ فَقَدْ كَفَرَ.

”جو شخص جانتے ہوئے بھی اپنے باپ کے علاوہ کسی غیر کو اپنا باپ ظاہر

کرے اس پر جنت حرام ہے۔“ (صحیح مسلم، کتاب الایمان)

❁ منہ بولے بچوں کے نام اپنی جائیداد کر دینا اللہ کے مقرر کردہ حصہ داروں کا حق غصب کرنے کے مترادف ہے اور یہ بھی گناہ کبیرہ ہے۔

❁ منہ بولے بیٹے بیٹی سے اگر وہ محرم نہیں تو پردہ نہیں کیا جاتا۔

❁ منہ بولے بیٹے بیٹیوں کی اولاد کو پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ظاہر کیا

جاتا ہے۔

❁ صرف یہی نہیں بناوٹی ماں اور باپ چاہتے ہیں کہ ان کے رشتہ دار بھی ان بچوں کو اسی رشتے کی حیثیت دیں جو ان کے اصل بچوں کی صورت حیثیت ہوتی۔ مثلاً منہ بولی ماں کا اپنے بہن بھائیوں کو خالہ اور ماموں کی حیثیت دینا اور دلوانا وغیرہ۔ اول تو وہ انہیں تسلیم کرنے کے لیے تیار ہی نہیں ہوتے، بظاہر بھانجے بھانجی یا بھتیجے بھتیجی کی حیثیت سے جو حقوق دنیا والوں نے مقرر کر رکھے ہیں وہ حقوق ادا کر بھی دیں تو بھی ان کے دل ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

یاد رہے کہ کسی کے بچے کو پرورش کرنا، پاس رکھنا، اس کا نکاح وغیرہ کرنا جب کہ اس کے اصل والدین کا لوگوں کو پتا ہو، خود بچے کو بھی پتا ہو، ستر و حجاب کے احکام پر عمل کیا جائے اور ان کی اصل ولدیت کو ہی نسب اور کاغذات وغیرہ میں ظاہر کیا جائے تو یہ درست ہے بلکہ نادار بچوں کی کفالت اور پرورش کرنا کارِ ثواب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مرنے والے کو یہ حق دیا ہے کہ وہ کل جائیداد کے ثلث یعنی ایک تہائی حصے کی اس شخص کے حق میں وصیت کر سکتا ہے جسے شرعاً حصہ نہیں مل سکتا، وصیت کے اس قانون سے فائدہ اٹھا کر جن بچوں کی کفالت کی ہے ان کے نام ایک تہائی حصہ کیا جاسکتا ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے ”کسی دوسرے کا بچہ گود لینا۔“) صرف ایک ہی بیٹی ہو تو؟

ہمارے معاشرے میں جس شخص کی ایک بیٹی یا بیٹیاں ہوں تو اس کے ترکے میں شریعت اس کے چچاؤں، یا چچا کے بیٹوں کو بھی حصہ دار ٹھہراتی ہے لیکن ہمارے

معاشرے میں یہ روایت ہے کہ چچا زاد یا چچا اپنی بھتیجی یا بھتیجیوں سے حصہ وصول نہیں کرتے، اسے غیرت کے منافی قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو بیٹی کے ساتھ شریکا کرنے والی بات ہے۔ اس میں مندرجہ ذیل گناہ پائے جاتے ہیں۔

✽ نعوذ باللہ! کیا اللہ کو معلوم نہیں تھا کہ چچا کا بھتیجی کے ساتھ جائیداد کا وارث بننا بیٹی کے ساتھ شریکا ہے۔

✽ بعض چچا یا چچا زاد مالی لحاظ سے خاصے کمزور ہوتے ہیں اس کے باوجود وہ اپنا حق وصول نہیں کرتے۔

✽ بعض چچا یا تایا لڑکی کی شادی مناسب رشتہ نہ ہونے اور لڑکی کی رضا مندی نہ ہونے کے باوجود اپنے گھر کے کسی مرد سے کر دیتے ہیں تاکہ وراثت تقسیم نہ کرنی پڑے اور بیٹی کو اپنے باپ کی جائیداد میں سے حصہ نہ دینا پڑے۔ یہ صریحاً ظلم ہے۔ ایک یتیم بچی کو اس کے مال سے محروم کرنے کا ظلم۔ دوسرے اس کی مرضی کے خلاف اس کی شادی کر دینے کا ظلم۔

✽ بعض والدین بھی کوشش کرتے ہیں کہ چچاؤں کو یا چچا زاد کو حصہ نہ ملے، سب کچھ اپنی زندگی ہی میں اپنی بیٹی یا بیٹیوں کے نام لگا دیتے ہیں۔ ایسی بیٹیاں جو اپنے ماں باپ کی اکلوتی اولاد ہیں ان کو چاہیے کہ اگر چچاؤں یا دیگر شرعی ورثاء کو حصہ نہیں پہنچا تو از خود ان کا حصہ ان کے حوالے کر دیں۔ اگر چچا وفات پا چکے ہیں تو ان کی اولاد کو ان کا حصہ لوٹا دیں، اسی طرح اگر خود بیٹی وفات پا چکی ہے تو اس کی اولاد کو اپنی ماں کے چچا یا ان کی اولاد کو ان کا حصہ لوٹا دینا چاہیے۔

بڑے بھائی کی اجارہ داری:

بعض گھروں میں باپ کی وفات کے بعد گھر کے تمام امور مع جائیداد بڑے بھائی کے ہاتھ آ جاتے ہیں۔ چھوٹے بھائی جو کچھ کما کر لائیں بڑے بھائی کو دے دیتے ہیں۔

بڑا بھائی عمدہ حصہ اپنے لیے اور ردی حصہ چھوٹے بھائیوں کو دیتا ہے۔ خود دل کھول کر خرچ کرتا ہے لیکن چھوٹے بھائیوں کو یہ حق حاصل نہیں ہوتا۔ خرچ کی کمی کا مصنوعی رونا روتا رہتا ہے تاکہ چھوٹے بھائی اور بھادھیں زیادہ خرچ کا مطالبہ نہ کریں۔ کوئی حصہ وصول کرنے کی آواز اٹھائے تو اسے کچھ دے دلا کر خاموش کر دیا جاتا ہے اور وہ بھی بغیر کسی حساب کے۔ چھوٹے بھائی بھی اپنے بڑے بھائی سے چھپا کر کچھ نہ کچھ الگ رکھتے ہیں، باہم جھگڑے، بدگمانیاں، غیبت اور شکایات پیدا ہوتی ہیں۔ مشترکہ رہائش کی اور بھی بہت سی خامیاں اور خرابیاں ہیں جن کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں۔

اس کا حل یہی ہے کہ بڑا بھائی اپنی برتر حیثیت سے کام لے کر والد کی وفات کے بعد جلد از جلد تمام ترکے گھریلو سامان، زمین، مکان وغیرہ کی اللہ کے مقرر کردہ حصوں کے مطابق تقسیم کر کے خود کو سرخرو اور سبک بار کرے۔ ایسا کرنے سے وہ تمام اہل خانہ کی بدگمانیوں سے اپنی ذات کو محفوظ کر لے گا۔ اسے صرف اپنے بیوی بچوں کی فکر کرنا پڑے گی۔ البتہ نابالغ بہن بھائیوں کے بالغ ہونے اور ان کے نکاح ہونے تک ان کے جملہ امور کی نگرانی اس کا شرعی فریضہ ہے۔ لیکن

اس شکل میں اسے چاہیے کہ ان کے حصے کی زمین، مکان، گھریلو سامان، رقم، زیور غرض جو کچھ بھی ہو محفوظ رکھے کیوں کہ یہ نابالغ بہن بھائی یتیم ہیں جن کے مال کے بارے کہا گیا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَ سَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا﴾ (النساء: ۱۰)

”بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں، وہ اپنے پیٹوں میں صرف آگ بھر رہے ہیں اور عنقریب بھڑکتی آگ میں داخل کیے جائیں گے۔“

لوگ یتیموں کو ردی حصہ دیتے اور خود عمدہ حصہ رکھ لیتے ہیں، یہ بھی گناہ کبیرہ ہے۔ اگر بڑا بھائی صاحب حیثیت ہے تو ان کے مال میں سے ان کے اخراجات کے لیے کچھ نہ لے اور اگر صاحب مال نہیں تو ضرورت کے مطابق ان پر خرچ کرے۔ یہی قرآن کی تاکید ہے:

﴿وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ﴾ (النساء: ۶)

”مال داروں کو چاہیے کہ (ان کے مال سے) بچتے رہیں۔ ہاں مسکین محتاج ہو تو دستور کے مطابق واجبی طور سے کھالے۔“

بیٹیوں کو حصہ نہ دینا:

اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب یا معاشرے میں بیٹیوں کو حصہ دینے کی کوئی روایت نہیں۔ عرب میں بھی بیٹیوں کو حصہ نہیں دیا جاتا تھا۔

جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی بیوی اپنی دو بیٹیوں کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ سعد بن ربیع کی بچیاں ہیں ان کا باپ جنگِ احد میں شہید ہو گیا ہے۔ بچیوں کے چچا نے سعد کے سارے ترکہ پر قبضہ کر لیا ہے اور ان کے لیے کچھ نہیں چھوڑا۔ اور مال کے بغیر ان کا نکاح بھی نہیں ہو سکتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

اللہ خود اس معاملے میں فیصلہ کرے گا۔ پھر میراث کی آیات نازل ہوئیں۔

آپ ﷺ نے سعد کے بھائی کو بلایا اور فرمایا:

”ترکہ میں سے دو تہائی سعد کی بچیوں کو دو اور آٹھواں حصہ ان کی والدہ کو اور

جو باقی بچے وہ تمہارا ہے۔“ (ترمذی، ابواب الفرائض)

معلوم ہوا کہ تقسیم وراثت کے تمام احکام کی وجہ ہی بیٹی اور بیوی کا حصہ دلانا تھا۔ البتہ مختلف مواقع پر انہیں جو مالی تحائف یا برادری کے رسم و رواج پورا کرنے کی نیت سے دیتے رہتے ہیں۔ مثلاً جہیز، بھائیوں اور بھتیجیوں کی شادیوں پر کپڑے، مٹھائی اور کوئی چھوٹا موٹا زیور، بھائیوں اور بھتیجیوں کی پیدائش پر، بیٹی، داماد اور بیٹی کے ساس اور سرسری وفات پر، بھانجے بھانجیوں کی شادیوں پر، بیٹی کے ہاں ہر بچے کی پیدائش پر کپڑے، جوڑے، کچی اور پکی روٹی، مویشی اور زیور تک دینے کا رواج پایا جاتا ہے۔ بیٹیوں اور بہنوں کو دینا لوگ بڑی نیکی کا کام سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب ہندوانہ رسومات ہیں ان میں سے کسی ایک چیز کا بھی

اسلامی احکام سے کوئی تعلق نہیں۔

جب بھائیوں نے باپ کے ترکے کی کوئی چیز بیچنا ہو مثلاً زمین وغیرہ تو عدالت میں بہنیں بیان دے آتی ہیں کہ ہم اپنے حق سے دستبردار ہوتی ہیں۔ اگر کوئی بہن اپنا حصہ وصول کرنے کے لیے آواز اٹھائے یا عملاً وصول کر بھی لے توبادل ناخواستہ بلکہ اس سے رشتہ داری کے تمام تعلقات توڑ کر اس کو حصہ دیا جاتا ہے۔ بھابھیاں اور بھائی طعنے دیتے ہیں کہ بھائیوں کے ساتھ اس نے شریکا کیا، اب کس منہ سے بھائیوں کے گھر آؤ گی۔ اب ہم سے کسی حسن سلوک کی توقع مت رکھنا وغیرہ۔

شرعی لحاظ سے اس میں مندرجہ ذیل خرابیاں ہیں:

❁ بیٹیوں کو حصہ نہ دینا جاہلی امور میں سے ہے اور اللہ کی نافرمانی ہے جس پر عذاب مہین (سواکن عذاب) کی سزا سنائی گئی ہے۔

❁ بیٹیوں کا اپنا حصہ وصول کر لینے کی وجہ سے بیٹیوں کو طعنے دینا بھی ایک ناروا کام ہے۔

❁ خود ساختہ رسم و رواج کے تحت بیٹیوں کو دینا اور اسلام کے احکام کے تحت دینے پر نہک بھوں چڑھانا اللہ کے عذاب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

❁ اسلامی احکام کے مطابق بیٹیوں کو حصہ خوش دلی سے ادا کر کے ان سے ہمیشہ حسن سلوک اور صلہ رحمی کرتے رہنا ہی پسندیدہ اور درست عمل ہے۔

❁ حصہ وصول کر لینے کی وجہ سے پران پر میکے کے دروازے بند کرنے کی دھمکی

سنانا بھی اللہ کو غصہ دلانے والی بات ہے۔

❁ بیٹیوں کو حصہ نہ دینا اور تمام عمر اس کے خود ساختہ ہندوانہ حقوق (نانک والی، جہیز، لدے وغیرہ) ادا کرتے رہنا شیطان کو خوش کرنا ہے۔ بلکہ یہ اسی کی پیروی ہے۔

❁ بیٹیوں کا حصہ نہ دینے کی وجہ سے بھائیوں کی کمائی میں حرام شامل ہو کر ساری کمائی کو حرام کر دیتا ہے، اور حرام کا ایک لقمہ بھی جس کے جسم میں گیا وہ جسم دوزخ کا ایندھن بنے گا۔

اگر باپ بہت سارے بچے ہو تو بہنوں کو حصہ نہ دے کر بھائیوں کو مالی طور پر بہ ظاہر فائدہ ہو جاتا ہے لیکن جہاں باپ کا ترکہ کم ہو، بھائی ایک یا دو اور بہنیں زیادہ ہوں وہاں ان رسومات کی وجہ سے باپ اور بھائیوں کو مالی نقصان بھی اٹھانا پڑتا ہے۔ مثلاً بھائی ایک ہے اور بہنیں چھ تو ہر بہن کی شادی اور جہیز پر چار، چار لاکھ خرچ کیا گیا، کل چوبیس لاکھ۔ بہنوں کے ہر بچے کی پیدائش، اس کی شادی، عیدین، شب برات، نانک والیاں تمام بے ہودہ رسومات کو بھی شامل کر لیا جائے اور 10 ہزار سالانہ فی بہن بھی اوسط ہو تو 12 ہزار سالانہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پکا ہے۔ جسے معاشرے کے دستور کے مطابق پہلے باپ، اس کے بعد بھائی، بھائی کے بعد بھتیجے بھی ادا کرنے کے پابند ہوتے ہیں۔ گویا یہ خرچ در خرچ تین نسلوں تک چلتا ہے۔

ادھر بھائی کی شادی پر چلیے چار لاکھ نہیں تو حد چھ لاکھ خرچ کیا گیا اور ممکن

ہے بھائی کے پاس اپنا مکان تو کیا چھوڑا تک نہ ہو، کرائے کے مکان میں گزارہ کر رہا ہو اور قرض لے لے کر اپنی بہنوں کے رسی حقوق ادا کر رہا ہو۔ ادھر بہنوں اور بیٹیوں کا لے لے کر بھی جی نہیں بھرتا، وہ ہمیشہ مزید کی طلب گار ہوتی ہیں۔ باپ یا بھائی کی گردن میں بے جا رسومات اور قرض دونوں اپنا حلقہ کستے جاتے ہیں۔ نبی ﷺ جاہلیت کی اس قسم کی تمام رسومات کے طوق و سلاسل سے انسان کو نجات دینے کے لیے ہی مبعوث ہوئے:-

﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾ (الاعراف: ۵۷)

”اور پاکیزہ چیزوں کو ان کے لیے حلال بتاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے ہیں۔“

کیا جہیز وراثت کا بدل ہے؟

بعض لوگ لڑکیوں کو جہیز دے کر یہ باور کر لیتے ہیں کہ انہوں نے ان کا حصہ ادا کر دیا ہے اب وراثت میں صرف لڑکوں کو حصہ ملے گا۔ غور کیجیے!

✽ جب وہ جہیز برابر یا اس سے بھی زیادہ گھریلو سامان بیٹوں کے لیے بھی چھوڑ کر جاتے ہیں تو پھر یہ جہیز وراثت کا بدل کیسے ہوا؟

✽ جہیز اسلامی روایات کا حصہ نہیں بلکہ ہندوانہ روایات کا حصہ ہے۔ ہندو

مذہب کے طریقے پر چل کر یہ سمجھنا کہ اسلامی طریقہ پورا ہو گیا یہ فریب نفس ہے۔

✽ نیز اس پر گناہ تو ہو سکتا ہے ثواب کی امید ہرگز نہیں۔

✽ جہیز یعنی گھریلو اشیاء مہیا کرنا خاوند کا فرض ہے۔ اسلام کی رو سے، باپ یا بھائیوں پر یہ بوجھ ظلم اور زیادتی ہے..... جہیز بیٹی کو خوش کرنے کے لیے نہیں بلکہ ایک رسم کو زندہ رکھنے، لوگوں میں ناک اونچی رکھنے، سسرال میں بیٹی کے نمبر بنانے، نندوں اور ساس پر رعب ڈالنے کے لیے دیا جاتا ہے۔

✽ بعض سسرال تو خود فرمائش کر کے من پسند جہیز وصول کرتے ہیں اگر یہ بیٹی کو دیا جاتا ہے تو ساس نندوں کو کڑے، جھمکے اور جوڑے پہنانا چہ معنی؟

✽ جہیز اکثر باپ اور ماں اپنے ہاتھوں بیٹیوں کو دیتے ہیں جب کہ وراثت تو کسی کے مرنے کے بعد اس کے ترکے میں سے حصہ داروں کو حصہ دینے کا نام ہے۔

✽ بالفرض جہیز دیا بھی جائے تو زندگی میں والدین پر یہ فرض ہے کہ تمام اولاد میں برابری کریں، بیٹے ہوں یا بیٹیاں، لیکن سب جانتے ہیں کہ نہ تمام بیٹیوں کا جہیز یکساں ہوتا ہے اور نہ بیٹے کو بیٹیوں کو دیے گئے جہیز کے برابر چیزیں دی جاتی ہیں۔ یوں والدین اولاد میں نا انصافی کرنے کا جرم کرتے ہیں۔

✽ اگر یہ خیال ہے کہ بیٹے کا جہیز تو بہو لاتی ہے تو یہ بہو کو کس گناہ کی سزا دی جا رہی ہے؟

✽ جہیز گھریلو ضرورت کی اشیاء پر مشتمل ہوتا ہے، بیٹوں کو اگر مکان، زمین، پلاٹ، دکان، فیکٹری، زیور، نقدی دی گئی ہے تو کیا گھریلو اشیاء مالی حیثیت میں ان کے برابر ہوتی ہیں؟ مذکورہ اشیاء کی مستقل مالی حیثیت ہوتی ہے، وہ ضرورت پڑنے

پر ایک معقول رقم مہیا کر سکتی ہیں لیکن جہیز کے جوڑے، کپڑے، برتن، فرنیچر، وغیرہ خریدنے کے ساتھ ہی اپنی قیمت سے ایک تہائی نیچے آجاتے ہیں اور دس بارہ سال بعد بیچنے پر انہیں کوئی کباڑیہ ہی قبول کرتا ہے۔ مثلاً جس صوفے کی 25000 ہزار قیمت ہے وہ دس سال بعد 2000 روپے میں بھی مشکل سے بکے گا اور اس کا گاہک تلاش کرنا بھی ایک مشکل کام ہوگا۔ لیکن زیور، دکان، مکان، زمین، فیکٹری وغیرہ کا گاہک آسانی سے مل جایا کرتا ہے۔

✽ اگر واقعی داماد مالی لحاظ سے کمزور ہے تو بیٹی کو گھریلو اشیاء دینا اس کی مالی امداد کرنا ہے۔ یہ کار خیر ہے اور اس نیت سے دیے گئے جہیز یا مدد پر ثواب بھی ہوگا بشرطیکہ داماد یا سسرال کو نہ بتایا جائے، ان پر احسان نہ رکھا جائے۔

✽ تحفہ بیٹی کو یا داماد کو کچھ دینا بھی صلہ رحمی کا ایک حصہ ہے۔

اپنی زندگی میں اولاد میں مالی مساوات:

بعض والدین اپنی زندگی ہی میں تمام جائیداد تقسیم کر دیتے ہیں۔ یاد رہے کہ اپنی زندگی میں اولاد کو جو کچھ والدین دیتے ہیں مثلاً کار، سکوتر، مکان، زمین، زیور، پلاٹ، مویشی، نقدی، یا کوئی اور قیمتی چیز تو ان کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کو برابر برابر دیں اور اس برابری میں لڑکے، لڑکیاں، نومولود، جوان، بوڑھے تمام اولاد شامل ہے۔ یہ اولاد ایک سے زائد بیویوں سے ہو یا صرف ایک ہی بیوی سے۔ ان بچوں کی ماں زندہ ہو یا فوت ہو چکی ہو، ہر صورت برابری کرنا فرض ہے۔

بشیر بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

”وہ کہتے ہیں کہ میرے باپ نے مجھے ایک عطیہ دیا تو عمرہ بنت رواحہ (نعمان کی والدہ) نے کہا کہ جب تک آپ اس پر رسول اللہ ﷺ کو گواہ نہ بنائیں میں راضی نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر انہوں نے عرض کیا کہ میں نے عمرہ بنت رواحہ کے بیٹے کو ایک عطیہ دیا ہے تو اس نے کہا کہ پہلے میں آپ ﷺ کو اس پر گواہ بنالوں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا اسی جیسا عطیہ تم نے تمام اولاد کو دیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔“ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ .

”اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف قائم رکھو۔“

چنانچہ وہ واپس گئے اور ہدیہ (اپنے بیٹے سے) واپس لے لیا۔

(بخاری، کتاب الہبہ: ۲۵۸۷)

دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قَالَ تَشْهِدُنِي إِذَا فَاتَنِي لَا أَشْهَدُ عَلَى جَوْرِ .

”پھر مجھے گواہ نہ بناؤ اس لیے کہ میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔“ (صحیح مسلم، کتاب

الہبات، باب کرہیۃ تفضیل بعض الاولاد فی الہبہ)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے نعمان بن بشیر کے والد کو فرمایا: کیا تو

چاہتا ہے کہ تیرے ساتھ حسن سلوک کرنے میں یہ (تیری اولاد) سب برابر ہوں؟

انہوں نے کہا! کیوں نہیں؟ فرمایا: تو پھر مت ایسا کر۔ (مسلم، کتاب الہبات)

اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ مال دینے میں تمام اولاد میں برابری نہ کرنا ظلم ہے۔

اگر کوئی بچہ مالی لحاظ سے کمزور ہو تو اس صورت میں والدین اس کی ضرورت کے مطابق صرف اس کی مالی مدد کر سکتے ہیں۔ اس میں دوسرے بہن بھائیوں کو والدین سے کوئی شکایت نہیں ہونا چاہیے، بلکہ خود بہن بھائیوں کو بھی تنگ دست بہن یا بھائی کی مالی مدد کرنا چاہیے، اس میں قرابت اور صدقہ دونوں کا اجر ملے گا۔

چنانچہ صحیح مسلم، کتاب الصدقات میں ایک طویل حدیث ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے بچوں پر خرچ کیا کرتی تھیں۔ اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نَعَمْ لَهَا أَجْرَانِ : أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ.

”اس کے لیے خرچ کرنے میں دو گنا ثواب ہے، ایک صدقہ کا، دوسرے

قرابت پر خرچ کرنے کا“۔ (صحیح مسلم، کتاب الصدقات، بخاری، کتاب الزکا: ۱۳۶۶)

صحت اور تندرستی کی حالت میں اپنی زندگی میں اولاد میں برابری کرنا فرض ہے لیکن اگر والد یا والدہ عمر رسیدہ ہو چکا ہے اور ایسی بیماری میں مبتلا ہے کہ اب صحت کی امید نہیں یا موت کا وقت کسی حادثے کے سبب قریب معلوم ہو رہا ہے تو ایسی صورت میں تقسیم جائیداد اسی طریقے سے ہوگی جیسے ترکے کی تقسیم ہوتی ہے کیونکہ اس حالت میں مرنے والے کی جائیداد میں اضافہ ناممکن ہوتا ہے۔ جب

کہ صحت کی حالت میں اس میں اضافے کی امید ہوتی ہے۔ نیز صحت کی حالت میں دی گئی چیز بہہ کہلاتی ہے اور مرض الموت کے بعد کی تقسیم ترکہ کی تقسیم کہلاتی ہے۔

اندازاً تقسیم کرنا:

ترکے کی تقسیم باقاعدہ مالیت کا حساب لگا کر کرنا چاہیے تاکہ کسی حصہ دار کو نقصان نہ اٹھانا پڑے۔ محض اندازہ لگا کر تقسیم نہیں ہونا چاہیے۔ مثلاً کسی شخص کے ترکے میں 1 کنال کا پلاٹ 10 مرلے کا مکان اور پانچ لاکھ مالیت کی زرعی زمین ہے، اس کے تین بیٹے ہیں، ایک کے حصے پلاٹ دوسرے کے حصے مکان اور تیسرے کے حصے میں زرعی زمین آگئی۔ جب کہ مروجہ قیمتوں کے لحاظ سے ان میں نمایاں مالی فرق ہو۔ مثال کے طور پر 1 کنال پلاٹ کی قیمت 4 لاکھ، 10 مرلے کا مکان 7 لاکھ اور پانچ لاکھ مالیت کی زرعی اراضی ہو۔ لہذا اس کا درست طریقہ یہ ہے کہ تمام جائیداد کی الگ الگ قیمت لگا کر پھر اسے جمع کر کے اس کی مالیت تقسیم کر لی جائے۔

یاد رہے کہ ہمارے معاشرے میں اندازوں سے کی گئی تقسیم کو کوئی حصہ دار خوش دلی سے قبول نہیں کرتا۔ دبی دبی شکایات ضرور رہتی ہیں۔ اگر حصہ داروں میں نابالغ بچے بھی ہیں تو یکساں تقسیم بہت ضروری ہے یا پھر تقسیم کنندہ بڑا بھائی خود کم حصہ لے کر چھوٹوں کے حصے میں عمدہ اور زیادہ مالیت کی چیز دے دے۔

ترکے میں سے بعض چیزوں کی تقسیم کرنا اور بعض کی نہ کرنا:

ان سطور کے آغاز میں بتایا جا چکا ہے کہ ترکے میں کون کون سی چیزیں شامل ہیں۔ انصاف اور حدود اللہ پر عمل کا تقاضا ہے کہ ان تمام چیزوں کی تقسیم کی جائے جب کہ ہمارے معاشرے میں بعض لوگ صرف اس جائیداد کا حصہ کرتے ہیں جو حکومت کے کاغذات میں درج ہوتی ہے۔ دیگر گھریلو اشیاء چاہے وہ کتنی ہی قیمت کی اور زیادہ کیوں نہ ہوں ان کی تقسیم نہیں کی جاتی۔

بوڑھے لا ولد کی جائیداد اپنے نام کرالینا:

خاندان میں اگر کوئی بوڑھا، یا سفہیہ شخص لا ولد ہو تو بعض رشتہ دار اسے مختلف حیلوں بہانوں سے، نیز اپنی وفاداری اور محبت کے سبز باغ دکھا کر اور دوسرے حق داروں کے خلاف بڑھکا کر جائیداد اپنے نام منتقل کروا لیتے ہیں۔ ایسے اشخاص کو مطلب برآری کے بعد کوئی پوچھتا تک نہیں لہذا کسی لا ولد، یا اولاد والے شخص کو بھی اپنی زندگی میں اپنی جائیداد دوسروں کے نام کرنے کی غلطی نہیں کرنا چاہیے۔ جس کی سب سے بڑی وجہ تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ حکم نہیں دیا کہ وہ اپنی زندگی ہی میں اپنی املاک سے دستبردار ہو جائے۔

کتنے ہی لوگ ہیں جو اپنا مکان اپنے بیٹوں، پوتوں یا بھتیجوں وغیرہ کے نام منتقل کر کے خود بے گھروں کی طرح ایک کونے میں یا چھت پر ایک چھپر میں زندگی کے دن پورے کر رہے ہیں۔ اپنی املاک کے ہوتے ہوئے بھی وہ خرچ کرنے کے لیے ایک ایک پیسے کو ترستے رہتے ہیں۔

جس شخص نے محبت کے لالچ میں جلد بازی کر کے یا دوسروں کو حصے سے محروم کرنے کے لیے اپنی جائیداد جس من پسند شخص کے نام منتقل کر دی، وہی اب اس سے بیزار بیزار اور دور دور رہتا اور دیکھنا تک گوارا نہیں کرتا۔

اپنی املاک اپنے ہاتھ اور اپنے نام ہونے کا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ ضرورت پڑنے پر بلا جھجک خرچ کر سکتے ہیں۔ اپنا گھر اپنے نام ہو تو جیسے چاہیں رہیں کسی دوسرے کی مرضی اور حکم سننا نہیں پڑتا۔

کئی والدین خود ہی اپنے مکان بیٹوں کے نام کر کے خود اسی گھر میں لا وارثوں کی طرح رہنے پر مجبور ہیں۔ ان کے دوسرے رشتہ دار کیا بیٹیوں میں سے کوئی آجائے تو اسے بھی وہ اپنی خوشی سے اس مکان میں ٹھہرا نہیں سکتے۔ گھر پر حکومت اس شخص اور اس کے بیوی بچوں کی ہوتی ہے جن کے نام یہ مکان منتقل ہو چکا ہے۔

کسی بوڑھے یا سفیہ شخص کی جائیداد اپنے نام منتقل کر لیتے وقت اگر ممکنہ حصہ داروں سے عدالت پوچھے تو وہ جھگڑے سے دور رہنے کے باعث کہہ دیتے ہیں کہ انہیں کوئی اعتراض نہیں۔

جس نے جائیداد دوسروں کا حق لے کر اپنے نام کرائی ہے اسے ان کی رضا مندی نہیں سمجھنا چاہیے اور اللہ سے ڈرتے ہوئے ان کا حصہ انہیں دینا چاہیے، جب بھی حق بات اسے معلوم ہو جائے۔

جائیداد وقف کرنا:

بعض اشخاص خصوصاً بے اولاد مرد اور عورتیں اپنی زندگی ہی میں تمام جائیداد کسی مدرسے، مسجد، کسی دینی جماعت یا کسی دیگر کارِ خیر کے لیے وقف کر دیتے ہیں۔ شرعی نقطہ نگاہ سے اس کا جائزہ مندرجہ ذیل ہے:

① اگر صاحبِ جائیداد مرض الموت یا بڑھاپے کو پہنچ چکا ہے وہ صرف اپنے کل مال کے تہائی حصے کی وصیت کر سکتا ہے اس سے زائد کی نہیں، جس کی دلیل یہ حدیث ہے:

”سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں بیمار ہوا اور مرنے کے قریب ہو گیا! رسول اللہ ﷺ میری عیادت کے لیے آئے تو میں نے کہا کہ میرے پاس بہت سا مال ہے اور میری ایک ہی بیٹی ہے، کیا میں اپنا مال اللہ کی راہ میں دے دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”نہیں“۔ میں نے کہا کہ کیا دو تہائی دے دوں؟ فرمایا ”نہیں“۔ میں نے عرض کیا نصف دے دوں؟ فرمایا ”نہیں“۔ میں نے پوچھا ایک تہائی دے دوں؟ فرمایا ”تہائی دے سکتے ہو اور یہ بھی بہت ہے اگر تم اپنی اولاد کو مال دار چھوڑ کر جاؤ تو یہ اس بہتر ہے کہ وہ محتاج ہوں اور مانگتے پھریں۔ جو مال تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو اس پر تمہیں اجر ملے گا حتیٰ کہ اس نوالہ پر بھی جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے ہو“۔ (بخاری، کتاب المیراث۔ مسلم، کتاب الوصیت)

لہذا اگر اس نے تہائی مال سے زائد وقف کیا ہے، چاہے ایک ہی مد میں چاہے مختلف مدت میں تو اسے ایک تہائی تک ہی پورا کیا جائے۔ بقیہ مال جائیداد

میں شامل کیا جائے گا۔

✽ اگر کسی ایسے شخص کے نام جائیداد کی وصیت کی ہے جسے اللہ کے مقرر کردہ حصوں کے مطابق حصہ بھی ملنا تھا تو اس پر عمل درآمد نہیں کیا جائے گا۔

✽ اگر ایسا رشتہ دار ہے جسے شرعاً حصہ نہیں ملنا تھا تو اس کے حق میں وصیت کی جاسکتی ہے۔ بشرطیکہ وہ کل جائیداد کے ۳/۱ حصہ سے زائد نہ ہو۔

✽ اگر ضرورت مندرشتہ دار موجود ہوں تو دوسری مدت میں وقف کرنا پسندیدہ نہیں کیونکہ اول حق رشتہ داروں کا ہے لیکن اس صورت میں وقف کے احکام مرتب ہو جائیں گے۔

② اگر جائیداد اس وقت کسی کے نام کی ہے جب کہ صاحب مال شخص کسی جان لیوا بیماری میں مبتلا نہیں اور نہ ہی بوڑھا ہے تو ایسی صورت میں یہ بہہ کہلائے گا۔ وہ چاہے تو اس شخص کو دے جسے مرنے کے بعد اس کی جائیداد میں سے حصہ ملنا ہے یا کسی مدرسے، مسجد، کسی رفاہی ادارے، جہاد فی سبیل اللہ غرض جہاں چاہے، وقف یا بہہ کر دے۔ شرعاً ایسا کر سکتا ہے۔

اولاد کا زبردستی زندہ والدین سے حصہ وصول کرنا:

دورِ حاضر میں مغربیت نے ہماری اقدار کو اتھل پتھل کر دیا ہے۔ والدین اور اولاد کا طرزِ فکر بدل چکا ہے۔ والدین اولاد کو برے بھلے پر ٹوک نہیں سکتے اور اولاد بھی والدین کی فرماں برداری کو اپنے اوپر ایک ناروا بوجھ سمجھتی ہے۔ یورپی معاشرے کی تمام بے حیائی، سرکشی، بے راہروی اور عیش پرستی ہمارے معاشرے کو

اپنی پلیٹ میں لے رہی ہے۔

اکثر لڑکے اپنے باپ سے زبردستی یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ ان کا والد اپنی جائیداد میں سے اپنے بیٹے کا حصہ ادا کر دے۔ والد مجبور ہو کر بیٹے کا حصہ ادا کر دیتے ہیں اور خود بعض حالات میں بالکل تہی دست ہو جاتے ہیں۔ بیٹا حصہ وصول کر کے بھی والدین سے راضی نہیں ہوتا بلکہ مزید بدتمیزیاں کرتا چلا جاتا ہے۔ اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ باپ کی جائیداد میں باپ کی زندگی میں اولاد کا حصہ موجود ہوتا ہے۔ حالاں کہ جب تک کوئی شخص زندہ ہے، چاہے وہ باپ ہو یا ماں یا کوئی اور اس کی جائیداد صرف اسی کی جائیداد ہے، اس میں کوئی بھی شامل نہیں، لہذا لڑکوں کا باپ سے زبردستی حصہ وصول کرنا، ظلم در ظلم ہے۔ اگر کسی نے ایسا کر لیا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے والد کو اس سے وصول کی ہوئی جائیداد واپس کر دے۔

ہمارے معاشرے میں بھی یہ خیال کیا جاتا ہے کہ والدین کا یہ فرض ہے کہ شادی کے بعد اپنے بیٹے کو جب علیحدہ کریں تو اسے اپنی کمائی سے الگ گھر دیں، اگر والدین لڑکوں کو علیحدہ کرتے ہوئے الگ گھر نہ دیں تو بہو بیٹے اسے ماں باپ کی نا انصافی تصور کرتے ہیں۔ جب کہ شرعاً جب بیٹے کی شادی ہوتی ہے تو وہ اپنے تمام اخراجات کا ذمہ دار خود ہے۔ اگر والدین اسے کچھ دیتے ہیں تو یہ ان کی طرف سے حسن سلوک ہے۔ بیٹے بہو کا یہ حق ہرگز نہیں ہے۔



تقسیم کی ترتیب

(۱)۔ کفن و دفن:

میت کے ترکہ میں سے سب سے پہلے کفن و دفن کا انتظام کیا جائے گا۔ اگر کوئی اور انتظام کر دے تو بھی درست ہے۔

(۲)۔ قرض کی ادائیگی:

مرنے والے پر اگر کوئی قرض ہے تو سب سے پہلے اس کے ترکہ میں سے قرض ادا کیا جائے گا چاہے قرض ادا کرنے میں پورا ترکہ صرف ہو جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تین بار فرمایا:

﴿وَمِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ﴾ (النساء: ۱۲)

”اور یہ تقسیم میت کا قرضہ اور اس کی وصیت ادا کرنے کے بعد ہوگی۔“

مہر کی ادائیگی:

قرضوں میں سے بھی سب سے پہلے اگر مرنے والا مرد شادی شدہ ہے اور اس نے بیوی کا مہر ابھی تک ادا نہیں کیا تو وہ ادا کیا جائے گا۔ اگر بیوی فوت ہو چکی ہے تو اس کے مہر کی رقم اس کے ورثاء میں اللہ کے مقرر کردہ حصوں کے مطابق تقسیم کی جائے گی۔ اگر بیوی زندہ ہے اور وہ معاف کرنا چاہتی ہے تو وہ ایسا کر سکتی ہے،

لیکن اسے معاف کرنے پر نہ مجبور کیا جائے گا نہ اس کی سفارش کی جائے گی۔

(دیکھیے کتابچہ: مہربوی کا اولین حق)

☆ اس کے بعد ترکے میں سے میت کے دیگر تمام قرضے ادا کیے جائیں گے۔ میت کا کوئی بیٹا یا بیٹی یا بہن بھائی یا کوئی دوسرا شخص وغیرہ ان قرضوں کی ادائیگی کا ذمہ اٹھا لیتا ہے یا قرض خواہ مرنے والے کو اپنا قرضہ معاف کر دیتے ہیں تو ایسا کرنا درست ہے۔ مرنے والا اپنے قرض سے اس صورت میں بری الذمہ ہو جائے گا۔

یاد رہے کہ بعض رشتہ داروں کو محروم کرنے اور کسی رشتہ دار کو زیادہ دینے کے حیلے کے لیے نمائشی قرض کا اظہار کرنا سخت بددیانتی ہے مثلاً مرنے والا کہے کہ میں نے فلاں رشتہ دار کی اتنی اتنی رقم قرض دینا ہے اسے ادا کی جائے اور حقیقت میں اس کے ذمے کوئی قرض نہ ہو۔ کوئی رشتہ دار کہے کہ میں نے میت سے یہ یہ قرض لینا ہے جب کہ حقیقت میں ایسا نہ ہو تو یہ بھی سنگین گناہ ہے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی یا منت ماننا ہوا صدقہ:

اگر مرنے والا صاحب نصاب ہے اور سال گزر چکا ہے تو اس کے مال میں سے سب سے پہلے زکوٰۃ ادا کی جائے گی اور اگر کوئی مالی منت مان چکا ہے تو وہ بھی ادا کی جائے گی۔ اگر کوئی دوسرا میت کی طرف سے زکوٰۃ دے دے یا منت پوری کر دے تو یہ بھی درست ہے۔

فرض حج اور روزوں کا فدیہ:

اگر مرنے والا اس قدر جائیداد کا مالک ہے کہ اس میں سے حج اس پر فرض تھا تو اس کی طرف سے حج کی رقم الگ کر کے کوئی اور اس کی طرف سے حج بدل کرے گا۔ اگر فرض حج مرنے والا کر چکا تھا لیکن نفلی حج کی اس نے منت مانی ہوئی تھی تو وہ منت پوری کی جائے گی لیکن جس شخص نے اپنی زندگی میں حج کی خواہش ہی نہیں کی اس کی طرف سے حج کرنا اسے کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ (دیکھیے زندہ کا مردہ کے لیے ہدیہ) (۳) وصیت:

اس کے بعد مرنے والے نے جو مالی وصیت کی ہے اسے پورا کیا جائے گا۔
 • اس میں یہ خیال رکھا جائے گا کہ یہ کل مال کا ایک تہائی حصہ سے زائد نہ ہو۔
 • اگر تہائی حصہ سے زائد ہے تو اسے کم کر کے ایک تہائی حصہ سے وصیت پوری کی جائے گی۔

• وصیت کسی بھی مالی عبادت کے متعلق کی جاسکتی ہے۔ مثلاً جہاد پر خرچ کرنا، کتابیں شائع کرنا، کسی مسجد یا کسی مدرسے، کسی یتیم خانے وغیرہ میں دینا، قربانی دینا، کسی رشتہ دار کے حق میں یا پڑوسی محتاج کے حق میں وصیت کرنا۔
 • رشتہ داروں میں سے صرف انہی کے حق میں وصیت کی جاسکتی ہے جنہیں اللہ کے مقرر کردہ حصوں کے مطابق حصہ نہیں ملتا، جس رشتہ دار کو وراثت میں سے حصہ ملنا ہے اس کے حق میں وصیت کرنا جائز نہیں۔ (دیکھیے ابوداؤد: ۳۵۶۵)

• اگر مرنے والے نے کئی طرح کی وصیتیں کی ہوں مثلاً یہ زیور فلاں کو دینا،

اتنی رقم مسجد میں، اتنی زمین میری نواسی کو، یہ کپڑے فلاں فلاں کو دے دینا تو ان سب وصیتوں کی مالیت جمع کر کے یہ حساب لگایا جائے گا کہ یہ کل جائیداد کی مالیت کے ایک تہائی حصے سے زیادہ تو نہیں؟ اگر ان کی مالیت ایک تہائی سے زیادہ بنتی ہے تو ان میں کمی کر کے ایک تہائی تک انہیں محدود کر دیا جائے گا اور اگر ایک تہائی کے برابر یا ایک تہائی سے کم مالیت بنتی ہے تو پھر ان وصیتوں پر عمل کیا جائے گا۔

✽ اگر مرنے والے نے کسی حرام کام کی وصیت کی ہو تو اس کو پورا نہیں کیا جائے گا۔



وراثت سے متعلق چند اہم امور

ترتیب اموات:

بعض اوقات یکے بعد دیگرے اموات وقوع میں آتی ہیں۔ تقسیم وراثت کے لیے ضروری ہے کہ ان کی موت کا وقت اور ترتیب یاد رکھی جائے۔ مثلاً ماں کے ہاں ولادت ہوئی، ماں فوت ہو گئی اور چند منٹوں، گھنٹوں یا مہینوں کے بعد بچہ بھی وفات پا گیا چونکہ بچے نے ماں کے بعد وفات پائی ہے۔ لہذا ماں کے ترکے سے اس کا حصہ نکالا جائے گا اور اس بچے کے حصے کو اس کے ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا۔ کسی حادثہ میں اکٹھی چند اموات ہو گئیں اس صورت میں انہیں ایک دوسرے کا وارث نہیں بنایا جائے گا صرف زندہ ورثاء میں ان کا ترکہ تقسیم کیا جائے گا۔ چنانچہ جنگ یمامہ اور طاعون عمواس میں فوت ہونے والوں کا ترکہ اسی طرح تقسیم کیا گیا۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۲۲۲۔ موطا امام مالک ۱۱۳۱)

علم نسب کی اہمیت تقسیم وراثت میں:

ترکہ کی درست تقسیم کے لیے ضروری ہے کہ انساب، تاریخ ولادت، تاریخ تزویج اور تاریخ رجعت و طلاق وغیرہ کو یاد رکھا جائے یا لکھ لیا جائے تاکہ تقسیم وراثت کے وقت کوئی نا انصافی نہ ہونے پائے۔

کون؟ کس کا وارث نہیں ہوتا:

①۔ قاتل مقتول کا وارث نہیں ہوتا۔

(ترمذی، ابواب الفرائض۔ ابوداؤد، کتاب الدیات: ۳۵۶۳)

②۔ کافر مسلمان کا اور مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا۔

(بخاری، کتاب الفرائض: ۶۷۶۳۔ مسلم، کتاب الفرائض: ۱۶۱۳)

③۔ جو بچہ زنا سے پیدا ہو یا باپ نے ماں پر زنا کا الزام لگا کر لعان کے ذریعے جدائی اختیار کر لی ہو یہ بچہ باپ کا وارث نہیں اور نہ ہی باپ اس بچے کا وارث ہوگا بلکہ صرف ماں اس بچے کی وراثت لے گی اور یہ بچہ ماں سے وراثت پائے گا۔

(بخاری: ۶۸۱۸۔ مسلم: ۱۳۵۸۔ مسلم: ۱۳۹۲)

لازمًا ترکے میں شامل:

①۔ اولاد یعنی سگے بیٹے بیٹیاں ②۔ ازواج (میاں بیوی خواہ رخصتی ہوئی ہو یا نہ

ہوئی ہو) ③۔ والدین

جو بچہ باپ کی وفات کے بعد پیدا ہو:

جو بچہ اپنے باپ کی وفات کے بعد پیدا ہو چاہے وہ پورے نو ماہ بعد پیدا ہو، اس کو بھی باپ کے ترکہ میں سے حصہ ملے گا چاہے لڑکا ہو چاہے لڑکی۔ تقسیم وراثت کے وقت لڑکا یا لڑکی جس صورت میں اسے زیادہ حصہ مل رہا ہے وہ صورت مد نظر رکھ کر اس کا حصہ الگ کر کے بقیہ ورثہ میں ترکہ تقسیم کر دیا جائے گا۔ بعد از پیدائش جو حصہ اس کا بنتا ہے وہ ادا کر کے بقیہ دیگر ورثہ میں تقسیم ہوگا۔

اگر بیوی کو رجعی طلاق دی ہو:

اگر مرد بیوی کو رجعی طلاق دینے کے بعد فوت ہو تو بیوی کو بھی اس کے ترکہ میں سے بحیثیت بیوی حصہ ملے گا کیونکہ ابھی مرد کا حق رجعت باقی تھا، اس بنا پر وہ اس کی بیوی کے حکم میں داخل ہے۔ اگر طلاق مغلظہ ہو چکی ہے تو پھر بیوی کو حصہ نہیں ملے گا چاہے عورت عدت کے اندر ہو یا عدت گزار چکی ہو۔ اگر مرد نے مرض الموت میں بیوی کو طلاق دی ہے تو بھی بیوی کو حصہ ملے گا۔ چاہے یہ طلاق مغلظہ ہی کیوں نہ ہو۔

رجعی طلاق کے بعد:

اور دورانِ عدت عورت وفات پا جائے تو مرد کو اس کے ترکہ میں سے حصہ ملے گا لیکن اگر طلاق بائن یا طلاق مغلظہ دی تھی اور عورت وفات پا گئی تو عورت کے ترکہ میں سے مرد کو حصہ نہیں ملے گا۔

وراثت کی بنیاد تین چیزوں پر ہے:

①۔ نسب ②۔ نکاح ③۔ ولاء

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں شرعی بنیادوں پر تقسیم جائیداد پر عمل پیرا بنائے۔ آمین!

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین!



حوائین سیٹ

- 30/- 1۔ غرض بصر اور مرد حضرات
- 27/- 2۔ رشتے کیوں نہیں ملتے
- 18/- 3۔ بیوہ کی عدت
- 30/- 4۔ نسوانی پال اور ان کی آرائش
- 18/- 5۔ صنف مخالف کی مشابہت
- 18/- 6۔ عورت اور بازار
- 19/- 7۔ متکلفی اور سنگیت
- 20/- 8۔ بری اور بارات
- 25/- 9۔ بہو اور داماد پر سسرال کے حقوق
- 18/- 10۔ دیور اور بہنوئی
- 24/- 11۔ عورت اور منیکہ
- 18/- 12۔ ساس اور بہو
- 15/- 13۔ سوئلی ماں اور اولاد
- 12/- 14۔ عورت وفات سے غسل و تکفین تک
- 18/- 15۔ کسی دوسرے کا بچہ گود لینا
- 25/- 16۔ پردے کے اوٹ سے
- 25/- 17۔ بچوں کے باہمی تعلقات
- 14/- 18۔ سچ میں چہرے کا پردہ
- 35/- 19۔ عورت اور کھربھیں دعوت دین
- 25/- 20۔ حفظ حیا گفتگو اور تحریر
- 38/- 21۔ نکاح میں ولی کی حیثیت
- 15/- 22۔ عتکاف اور خواتین
- 30/- 23۔ بیویوں کے درمیان عدل
- 25/- 24۔ پردہ اور خاندان
- 23/- 25۔ مہر بیوی کا اولین حق
- 25/- 26۔ شادی کی رسومات و دعوتیں اور ان میں شرکت
- 50/- 27۔ عورت کا لباس
- 18/- 28۔ مطلقہ خواتین اور ان کے مسائل
- 180/- 29۔ مکاتیب مریم
- 25/- 30۔ نکاح کوئز
- 25/- 31۔ حفظ حیا اور کنواری لڑکیاں
- 100/- 32۔ خطوط مسعود
- 25/- 33۔ حفظ حیا اور محرم رشتہ دار
- 52/- 34۔ لومیرج
- 25/- 35۔ حفظ حیا اور ازدواجی زندگی
- 30/- 36۔ محرم مرد اور ان کی ذمہ داریاں
- 15/- 37۔ سیدہ خدیجہ
- 20/- 38۔ مسائل طہارت اور خواتین
- 39۔ تزکیہ نفس میں شکر کا کردار

ام مصعب

مریم خنساء

مریم خنساء

مریم خنساء

محمد مسعود عبیدہ

مریم خنساء

مریم خنساء

مریم خنساء

مریم خنساء

مشرقیہ حکمت

0321-4609093

ندیم ہاؤس، ڈاکٹر اعوان روڈ، کراچی